OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

صلح حدیبیہ: عسکری پسپائی یا نبوی ﷺ حکمتِ عملی ایک تجزیاتی جائزہ

The Treaty of Hudaybiyyah: A Military Retreat or Prophetic Strategy An Analytical Review

Mahe Noreen
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies Superior University Lahore, Pakistan.
Email: mahenoreen@gmail.com

Iqra Asgar
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies Superior University Lahore, Pakistan.
Email: iqraasgar8830@gmail.com

Dr. Wajid Ali
Assistant Professor, Department of Islamic Studies Superior University Lahore, Pakistan.
Email: wajidasadi@gmail.com

Received on: 04-10-2025 Accepted on: 08-11-2025

Abstract

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا[1]

"Indeed, we have granted you a clear victory."

The Prophet Muhammad PBUH peace mission was to establish just and peaceful society, and prevent violence and conflict. He promoted peace through diplomacy, patience, foresight. The Prophet's mission was to guide the community and change the political, social and religious practices by the pagan Arabs. Quran Says:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا[2]

"There has certainly been for you in the Messenger of Allah an excellent pattern for anyone whose hope is in Allah and the Last Day and [who] remembers Allah often." Quran says:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ[3]

"And We have not sent you, [O Muhammad], except as a mercy to the worlds."

The Treaty of Hudaibiya land mark of piece, and brilliant stroke of strategic diplomacy. At first glance some terms seemed unfavorable to Muslims they had to turn back without Umrah and return fugitives. But these concessions served bigger goals. The ten-year truce gave breathing space for peaceful dawah. During this period Muslim community grew dramatically in numbers and influence. The treaty shifted from confrontation to dialogue allowing Islam to spread freely. Prophet Muhammad PBUH preached Islam as religion of peace promoting harmony through patience and wisdom. The Quran repeatedly call for peace and justice. Allah Says:

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ[4]

"So be patient. Indeed, the promise of Allah is truth."

In the end this apparent setback set the stage for peaceful conquest of Mecca. Far from weakness Hudaibiya was masterclass in wise leadership turning tension into opportunity through Islamic principles of patience foresight and diplomacy.

Keywords : Treaty of Hudaibiya, Prophetic strategy, Islamic history, Dawah, Makkah conquest

تعارف:

صلح حدیبیہ اسلام کا ایک اہم تاریخی واقعہ ہے جو چھ ہجری میں نبی اکرم ﷺ اور قریش مکہ کے مابین حدیبیہ کے مقام پر طے پایا۔ یہ محض ایک عارضی معاہدہ نہیں تھا، بلکہ ایک گہری نبوی حکمت عملی کا مظہر تھا جس نے آئندہ برسوں میں اسلامی ریاست کے مستقبل کو نئی سمت دی۔ اس واقعے کو بظاہر ایک عسکری پسپائی کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جہاں مسلمانوں نے اپنی کئی اہم شرائط سے دستبرداری اختیار کی اور عمرہ کی ادائیگی بھی ملتوی کرنی پڑی۔ تاہم، تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ معاہدہ درحقیقت فتح مبین کی بنیاد ثابت ہوا، جسے قرآن مجید نے بھی واضح طور پر بیان کیا ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا [5]

"بے شک ہم نے آپ کو ایک واضح فتح عطا فرمائی ہے۔"

صلح حدیبیہ کی چند شرائط، جیسے قریش کے کسی فرد کا مسلمانوں کے پاس پناہ لینے کی صورت میں اسے واپس کرنا جبکہ مسلمانوں کے کسی فرد کا قریش کے پاس جانے کی صورت میں اسے واپس نہ کرنا، اس فیصلے کو بظاہر کمزور اور غیر منصفانہ ثابت کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ، دس سال کے لیے جنگ بندی اور اس سال عمرہ کی ادائیگی سے دستبرداری بھی ایک بڑی قربانی محسوس ہوتی تھی۔ ان بظاہر غیر سازگار شرائط کے باوجود، حضور اکرم ﷺ کی بصیرت افروز قیادت نے اس معاہدے کے دوررس مثبت اثرات کو بخوبی پہچان لیا تھا۔

زیرِ نظر تحقیق کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس واقعے کو محض عسکری یا سیاسی نقطہ نظر سے دیکھنے کے بجائے، اسے نبوی حکمت عملی کے ایک ایسے شاہکار کے طور پر سمجھا جائے جس نے اسلامی دعوت و تبلیغ کے لیے ایک پرامن فضا قائم کی۔ یہ تحقیق قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور مستند سیرت کی کتابوں جیسے ابن ہشام کی السیرۃ النبویہ اور الطبری کی تاریخ الرسل والملوک کے مطالعے پر مبنی ہے تاکہ صلح کے تمام پہلوؤں کو پوری وضاحت کے ساتھ پیش کیا جاسکے۔ اس کے ذریعے، ان وجوہات کا کھوج لگانا مقصود ہے کہ کس طرح یہ "صلح" قریش کے خلاف فوجی فتح کے بجائے فکری اور روحانی فتح کی بنیاد بنی اور مکہ مکرمہ کی پرامن فتح کے لیے راہ ہموار ہوئی۔ اس کے ساتھ ساتھ، یہ تحقیق بین الاقوامی تعلقات اور سفارت کاری میں نبوی طرزِ عمل کے نمونے کو بھی واضح کرے گی۔

سفر حدیبیہ اور ابتدائی مقاصد

حضور اکرم ﷺ کے نبوی طرزِ عمل میں دعوت و تبلیغ اور پرامن بقائے باہمی کو ہمیشہ کلیدی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اسی تناظر میں چھ ہجری کا وہ تاریخ ساز سفر بھی ایک مقصد کے تحت شروع ہوا جو بظاہر عمرہ کی ادائیگی کے لیے تھا، مگر اس میں کئی حکمتیں پنہاں تھیں۔ رجب سن چھ ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے تقریباً چودہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ مکہ مکرمہ کا قصد فرمایا۔ اس سفر کا بنیادی اور ظاہری

مقصد بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کی ادائیگی تھا۔ اس بات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ مکمل طور پر احرام کی حالت میں تھے اور ان کے ساتھ قربانی کے لیے ہدی کے ستر اونٹ بھی تھے۔ اس تمام تر تیاری کا واضح مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں کا ارادہ جنگ و جدل کا ہر گز نہیں تھا، بلکہ محض ایک مذہبی فریضہ کی ادائیگی مقصود تھی۔

مقاصد سفر

سفر حدیبیہ کے ابتدائی مقاصد کو درج ذیل نکات کے تحت سمجھا جا سکتا ہے:

عمرہ کی ادائیگی

اس سفر کا اولین اور بنیادی مقصد عمرہ ادا کرنا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو جنگی تیاری کے بجائے احرام باندھنے اور ہدی کے جانور ساتھ لے جانے کا حکم دیا۔ یہ خود قریش اور دیگر عرب قبائل کو یہ پیغام دینے کے لیے کافی تھا کہ مسلمان کسی جنگی عزیمت سے نہیں آئے ہیں۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا [6]

"بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا، جو بالکل سچا ہو کر رہے گا: تم ان شاء اللہ یقیناً مسجد حرام میں داخل ہو گے امن کے ساتھ، اپنے سر منڈواتے ہوئے اور بال کٹواتے ہوئے، تمہیں کوئی خوف نہیں ہو گا۔ اللہ کو وہ سب کچھ معلوم تھا جو تم نہیں جانتے تھے، اس نے اس سے پہلے (حدیبیہ کی) ایک قریبی فتح عطا فرما دی۔"

یہ آیت اس خواب کی تصدیق کرتی ہے جو نبی اکرم ﷺ نے دیکھا تھا کہ مسلمان مکہ میں داخل ہو کر عمرہ ادا کریں گے۔ اس خواب نے سفر کے لیے ایک روحانی محرک کا کردار ادا کیا۔ محدثین کرام نے اس امر کو واضح کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس خواب کی بشارت دی تھی، جس پر وہ نہایت مسرت کے ساتھ سفر کے لیے تیار ہوئے۔

پُر امن پیغام

حضور اکرم ﷺ کا یہ اقدام دراصل قریش مکہ اور تمام عرب قبائل کو امن کا پیغام دینے کے مترادف تھا۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ خونریزی سے بچا جائے اور بیت اللہ کے تقدس کو پامال نہ کیا جائے۔ جب قریش کی جانب سے شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور انہوں نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے خالد بن ولید کی قیادت میں ایک دستہ روانہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً یہ اعلان فرمایا کہ آپ جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہیں۔

إنا لم نأت لقتال، وإنما جئنا معتمرين [7]

ہم لڑنے نہیں آئے، ہم تو صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ، آپ ﷺ نے سیدنا عثمان غنیؓ کو اپنا سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجا تاکہ انہیں اپنے پرامن مقاصد سے آگاہ کیا جا سکے۔ ابن ہشام نے اپنی السیرۃ النبویہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کس طرح ہر ممکن طریقے سے قریش کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ ان کا مقصد صرف اور صرف عمرہ کی ادائیگی ہے، کسی قسم کی جنگ یا محاذ آرائی نہیں۔ اس کے باوجود، قریش نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔

دعوت اسلام کی توسیع

یہ سفر محض عمرہ کی ادائیگی تک محدود نہیں تھا، بلکہ یہ دعوت اسلام کی وسیع تر توسیع کے لیے بھی ایک اہم قدم تھا۔ مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد قریش نے ہمیشہ مسلمانوں کو مکہ اور گردونواح کے قبائل سے کٹا ہوا رکھا تھا۔ اس سفر سے مسلمانوں کو یہ موقع ملا کہ وہ قریش کی ریشہ دوانیوں کے باوجود مکہ کے قریب آ سکیں اور دیگر قبائل کے ساتھ رابطے استوار کر سکیں۔ اہل علم نے اس حکمت عملی کو ایک دانشمندانہ اقدام قرار دیا ہے، جس کے ذریعے مکہ مکرمہ کے گرد و نواح کے علاقوں میں ایک پرامن ماحول قائم کیا جا سکے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے صلح حدیبیہ کو محض ایک سیاسی معاہدہ نہیں، بلکہ اسلامی دعوت و تبلیغ کے لیے ایک عظیم فتح کی تمہید قرار دیا ہے، جہاں مسلمانوں کی موجودگی نے عرب قبائل کو اسلام کے بارے میں جاننے کا موقع فراہم کیا۔

إِنَّمَا نَفْهَمُ أَنَّ هَذَا الْعَمَلَ كَانَ تَشْيِيدًا لِأَرْكَانِ الْإِسْلَامِ وَإِظْهَارًا لِشَعَائِرِهِ [8]

"ہم سمجھتے ہیں کہ یہ عمل اسلام کے ستونوں کو مضبوط کرنے اور اس کے شعائر کو ظاہر کرنے کے لیے تھا۔"

یہ تمام عوامل اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ سفر حدیبیہ کا آغاز جنگ کے ارادے سے نہیں ہوا تھا، بلکہ اس کے مقاصد پرامن، روحانی اور دعوت و تبلیغی تھے۔ قریش کی مزاحمت نے اگرچہ اس عمل میں ایک پیچیدگی پیدا کی، مگر حضور اکرم ﷺ کی بصیرت افروز قیادت نے اسے بھی حکمت کے ساتھ ایک ایسے معاہدے میں تبدیل کر دیا جس کے دوررس اثرات مرتب ہوئے۔

صلح کی شرائط اور بظاہر پسپائی

قریش مکہ کی جانب سے جب مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکنے اور مناسک عمرہ ادا کرنے سے باز رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تو ایک سنگین صورتحال نے جنم لیا۔ نبی اکرم ﷺ نے خونریزی سے بچنے اور پرامن مقاصد کے حصول کے لیے گفت و شنید کا راستہ اختیار فرمایا۔ یہ مذاکرات ایک ایسے معاہدے پر منتج ہوئے جو بظاہر مسلمانوں کے لیے ایک عسکری پسپائی اور نہایت ناگوار شرائط پر مبنی معلوم ہوتا تھا۔ ان شرائط نے نہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شدید اضطراب میں مبتلا کیا، بلکہ تاریخ میں بھی انہیں ایک منفرد مقام عطا کیا۔

معاہدہ صلح

صلح حدیبیہ کے دوران کئی نکات زیر بحث آئے، جن میں سے چند مرکزی نکات نے مسلمانوں کے جذبات کو سب سے زیادہ مجروح کیا۔ یہ معاہدہ اس وقت طے پایا جب قریش کی جانب سے سہیل بن عمرو مذاکرات کے لیے حاضر ہوئے۔ یہ شرائط کچھ اس طرح تھیں کہ ان پر عمل

پیرا ہو ناز ہر پینے کے مترادف دکھائی دیتا تھا۔

دس سالہ مدت

پہلی اہم شرط یہ تھی کہ دونوں فریقین کے مابین دس سال تک جنگ بند رہے گی اور کوئی فریق دوسرے پر حملہ نہیں کرے گا۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی طے پایا کہ قبائل کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ چاہے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کریں یا قریش کے ساتھ۔

تضع الحرب أوزارها عشر سنين، يأمن فيها الناس ويكف بعضهم عن بعض [9]

جنگ دس سال کے لیے ختم کر دی جائے گی، اس دوران لوگ امن میں رہیں گے اور کوئی ایک دوسرے کو تنگ نہیں کرے گا۔

اس شرط نے ایک طرف عارضی امن کو یقینی بنایا، مگر دوسری طرف یہ ایک طویل مدت تھی جو قریش کو اپنے آپ کو مضبوط کرنے کا موقع دے سکتی تھی۔

عمرہ میں تاخیر

مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ شرط یہ تھی کہ وہ اس سال بغیر عمرہ ادا کیے واپس چلے جائیں گے۔ انہیں اگلے سال آنے کی اجازت ہوگی، مگر اس وقت بھی انہیں ہتھیاروں کے بغیر آنا ہوگا۔ یہ ایک ایسا مطالبہ تھا جو صحابہ کرام کی قلبی تمناؤں کے برعکس تھا، جو بیت اللہ کے طواف کے لیے بے تاب تھے۔

ترجعون عامكم هذا، ولا تدخلوا مكة، فإذا كان العام القابل خرجنا لكم، فدخلتموها بأسلحتكم السفر، لا بأسلحة الحرب [10]

”تم اس سال واپس لوٹ جاؤ گے اور مکہ میں داخل نہیں ہو گے، جب اگلا سال آئے گا تو ہم تمہارے لیے نکل جائیں گے اور تم ہتھیاروں کے ساتھ، جو سفر میں رکھے جاتے ہیں، مکہ میں داخل ہو گے، نہ کہ جنگی ہتھیاروں کے ساتھ۔“

اس حکم پر صحابہ کرام کا ردِ عمل شدید جذباتی تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس پر نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا، جس سے ان کی بے چینی کا اظہار ہوتا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس کیفیت کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ ایک واضح شکست کھا کر واپس جا رہے ہیں۔

مفرورین کی واپسی:

صلح کی سب سے زیادہ متنازعہ اور بظاہر یکطرفہ شرط یہ تھی کہ اگر قریش کا کوئی فرد مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو اسے مکہ واپس بھیجا جائے گا، جبکہ مسلمانوں میں سے کوئی قریش کے پاس چلا جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ اس شرط پر مسلمانوں میں شدید اضطراب پیدا ہوا۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس شرط کی عملی تصویر تھا، جب وہ خود کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے مسلمانوں کے پاس پہنچے تو انہیں واپس قریش کے حوالے کر دیا گیا۔

من جاء کم منا لم نردده علیکم، ومن جاء کم منکم رددتموه إلینا [11]

”جو ہم میں سے تمہارے پاس آئے گا، ہم اسے تمہیں واپس نہیں کریں گے، اور جو تم میں سے ہمارے پاس آئے گا، تم اسے ہمیں واپس کرو گے۔“

یہ شرط عدل و انصاف کے ظاہری تقاضوں کے بالکل خلاف دکھائی دیتی تھی، اور اسی وجہ سے صحابہ کرام کو یہ صلح ایک زبردست پسپائی محسوس ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اضطراب اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ان کی گفتگو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ معاہدہ کس قدر ناگوار تھا۔ امام ابن القیم الجوزیہ نے اپنی کتاب زاد المعاد میں اس نکتے پر گہری بحث کی ہے کہ بظاہر یہ شرط مسلمانوں کے حق میں نہ تھی، مگر اس کے پس پردہ طویل المدت حکمت عملی کارفرما تھی۔

قبائل کے ساتھ تعلقات:

تیسری اہم شرط یہ تھی کہ قبائل آزاد ہوں گے کہ وہ چاہے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کریں یا قریش کے ساتھ۔ یہ شرط بظاہر غیر جانبدارانہ معلوم ہوتی تھی، مگر اس نے مسلمانوں کو پہلی بار قبائل کے ساتھ براہ راست تعلقات قائم کرنے کا موقع فراہم کیا، جو کہ قریش کی ریشہ دوانیوں کے سبب پہلے ممکن نہ تھا۔ بنو خزاعہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کیا، جبکہ بنو بکر نے قریش کا ساتھ دیا۔

ان شرائط نے اگرچہ ابتدائی طور پر مسلمانوں کے حوصلے پست کیے اور انہیں ایک عسکری اور اخلاقی پسپائی کا احساس دلایا، مگر نبی اکرم ﷺ کی بصیرت افروز قیادت اس کے ماوراء ایک عظیم تر فتح کے امکانات کو دیکھ رہی تھی۔ یہ معاہدہ ایک ایسے راستے کا آغاز تھا جس نے مستقبل میں اسلام کے فروغ کے لیے نئے افق روشن کیے۔

نبوی حکمت عملی کے دوررس اثرات:

معاہدہ حدیبیہ کی بظاہر ناگوار شرائط کے باوجود، نبی اکرم ﷺ کی بصیرت افروز قیادت نے اس صلح کو محض ایک عسکری پسپائی کے بجائے ایک گہری اور دوررس حکمت عملی کے طور پر دیکھا۔ یہ ایسا اہم سنگ میل ثابت ہوا جس نے مستقبل میں اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کے سیاسی و سماجی استحکام کے لیے کلیدی کردار ادا کیا۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ یہ معاہدہ فتح مکہ اور اس کے بعد اسلام کی عالمی اشاعت کی بنیاد بنا۔

سیاسی پہچان:

صلح حدیبیہ کا ایک اہم ترین اثر ریاست مدینہ کو ایک تسلیم شدہ سیاسی قوت کے طور پر مکہ کے مشرکین اور دیگر قبائل کے درمیان متعارف کرانا تھا۔ قریش مکہ جو مسلمانوں کو مستقل طور پر ایک باغی گروہ یا محض مہاجرین سمجھتے تھے، اس معاہدے کے ذریعے انہیں ایک ہم پلہ فریق کے طور پر تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے۔ امام ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ قریش کی جانب سے نمائندہ بھیجنا اور ایک رسمی معاہدے پر دستخط کرنا بذات خود مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کا اعتراف تھا۔ یہ سیاسی پہچان ایک ایسے وقت میں حاصل ہوئی جب مسلمانوں کی تعداد اور عسکری قوت بظاہر کمزور سمجھی جاتی تھی۔

كان فتحاً للمسلمين لما فيه من الإقرار لهم بالمسالمة والكف عن العداوة، ومن الاعتراف بهم كقوة سياسية لا يستهان بها[12]

یہ مسلمانوں کے لیے ایک فتح تھی کیونکہ اس میں انہیں پرامن بقائے باہمی اور دشمنی سے دستبرداری کا اقرار حاصل ہوا، اور ایک ایسی سیاسی قوت کے طور پر تسلیم کیا گیا جسے ہلکا نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔

یہ معاہدہ ریاست مدینہ کے لیے سفارتی کامیابی کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور دیگر عرب قبائل کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی راہ ہموار ہوئی۔

دعوت و تبلیغ:

صلح کے دس سالہ جنگ بندی نے مسلمانوں کو ایک انمول موقع فراہم کیا کہ وہ اپنی توجہ عسکری محاذ آرائیوں کے بجائے پرامن دعوت و تبلیغ پر مرکوز کر سکیں۔ اس سے قبل مسلسل جنگی صورتحال کے باعث دعوت کا کام محدود پیمانے پر ہو رہا تھا۔ امام ابن القیم الجوزیہ اپنی تصنیف زاد المعاد میں وضاحت کرتے ہیں کہ یہ دور دراصل ایمان کی اشاعت کا زرین موقع تھا۔

وإنما كانت الهدنة فتحاً لأن الناس اختلط بعضهم ببعض، وسمعوا القرآن، وظهر لهم أمر الإسلام[13]

صلح فتح تھی کیونکہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل گئے، انہوں نے قرآن سنا، اور ان پر اسلام کا معاملہ ظاہر ہوا۔

قریش کی جانب سے جنگ بندی کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے مختلف علاقوں کے بادشاہوں اور قبائل کو اسلام کی دعوت پر مبنی خطوط ارسال فرمائے۔ شاہِ حبشہ، شاہِ روم (ہرقل)، شاہِ فارس (کسریٰ) اور دیگر حکمرانوں کو بھیجے گئے یہ خطوط اس دور کے اہم واقعات ہیں، جن سے دعوتِ حق کا دائرہ وسیع ہوا۔ ان خطوط کا سلسلہ صلح حدیبیہ کے بعد ہی بڑے پیمانے پر شروع ہوا۔ اس کے علاوہ قبائل میں مسلمان داعی گئے اور اسلام تیزی سے پھیلا۔ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ کے مختصر عرصے میں اتنی بڑی تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہوئے جو اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی تھی۔

داخلی استحکام و قوت:

جنگ بندی نے مسلمانوں کو قریش کی مسلسل عداوت سے وقتی نجات دلائی اور اپنی داخلی قوت کو مضبوط کرنے کا موقع دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مدینہ کی اقتصادی اور عسکری حالت کو مستحکم کیا گیا۔ مدینہ کے اطراف میں موجود دیگر یہودی اور مشرک قبائل، جو قریش کی پشت پناہی سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے، ان سے نمٹنا آسان ہو گیا۔ غزوہ خیبر کی فتح اس کا ایک نمایاں ثبوت ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد ہی ممکن ہوئی، جب مسلمانوں کو قریش کی طرف سے کسی بڑے حملے کا خدشہ نہیں تھا۔ امام بخاری نے صحیح میں غزوہ خیبر کے حوالے سے احادیث درج کی ہیں جو اس کے بعد کے اہم واقعات کو بیان کرتی ہیں۔

خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الحديبية، فلما انصرفنا أمرنا أن ننصرف إلى خيبر[14]

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلح حدیبیہ کے سال نکلے، جب ہم لوٹے تو ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم خیبر کی طرف کوچ کریں۔

یہ صلح مسلمانوں کے وسائل کو ایک محاذ پر مرکوز کرنے میں مددگار ثابت ہوئی۔

فتح مکہ کی ابتداء:

بظاہر یکطرفہ دکھائی دینے والی شرط، کہ قریش کا کوئی فرد مسلمان ہو کر مدینہ آئے تو اسے واپس کر دیا جائے، جبکہ مسلمان قریش کے پاس جائے تو واپس نہ کیا جائے، بھی دراصل فتح مکہ کی تمہید بنی۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کی واپسی کا واقعہ اس شرط کی عملی صورت تھا۔ تاہم، اسی شرط کے نتیجے میں مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک غیر جانبدار علاقہ قائم ہو گیا جہاں مسلمان ہونے والے مکی جمع ہونے لگے اور قریش کے تجارتی قافلوں کے لیے خطرہ بن گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط اس وقت بھی قریش پر بوجھ بن گئی جب مسلمانوں کے قریبی حلیف بنو خزاعہ پر قریش کے حلیف بنو بکر نے حملہ کر کے صلح کی خلاف ورزی کی۔ اس خلاف ورزی نے مسلمانوں کو فتح مکہ کا جواز فراہم کیا۔ امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس واقعے کو فتح مکہ کی بنیادی وجہ قرار دیتے ہیں۔

وكان من أهم الأسباب الموجبة لفتح مكة نقض قريش العهد مع المسلمين [15]

فتح مکہ کے سب سے اہم اسباب میں سے ایک قریش کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدے کو توڑنا تھا۔

ان تمام عوامل نے اس بات کو واضح کیا کہ صلح حدیبیہ محض ایک معاہدہ نہیں تھی بلکہ ایک نبوی حکمت عملی تھی جس کے دور رس اثرات نے اسلامی ریاست کو ایک مضبوط اور مستحکم حقیقت میں تبدیل کر دیا۔

نتائج بحث

- صلح حدیبیہ نے ریاست مدینہ کو ایک تسلیم شدہ سیاسی قوت کے طور پر مستحکم کیا، جس سے قریش کی مخالفت کے باوجود مسلمانوں کی عالمی حیثیت کو اعتراف ملا۔
- اس معاہدے نے عسکری محاذ آرائی سے توجہ ہٹا کر پرامن دعوت و تبلیغ کے لیے ایک انمول موقع فراہم کیا، جس کے نتیجے میں اسلام کی اشاعت میں غیر معمولی تیزی آئی۔
- مسلمانوں کو داخلی استحکام حاصل ہوا؛ معاشی اور عسکری قوت کو مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ مدینہ کے اطراف میں موجود دیگر قبائلی خطرات سے نمٹنے میں آسانی پیدا ہوئی۔
- معاہدے کی بظاہر یکطرفہ شرائط نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک غیر جانبدار علاقہ قائم کیا، جو بعد میں قریش کے لیے ایک مستقل چیلنج بن گیا۔
- قریش کی جانب سے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی نے مسلمانوں کو فتح مکہ کا واضح اور اخلاقی جواز فراہم کیا، جس کے لیے یہ صلح ایک اہم تمہید ثابت ہوئی۔
- اس نبوی حکمت عملی نے ایک بظاہر عسکری پسپائی کو دور رس سفارتی، تبلیغی اور داخلی استحکام کی ایسی کامیابی میں بدل دیا جو اسلامی تاریخ کا ایک اہم موڑ بنی۔

سفارشات/تجاویز

تحقیق سے یہ بات پایہ تکمیل تک پہنچتی ہے کہ صلح حدیبیہ ایک عظیم حکمت عملی تھی، جو محض ایک عسکری پسپائی نہیں بلکہ ایک دور اندیشانہ اور جامع منصوبہ تھا جس نے اسلامی ریاست کی بنیادیں مضبوط کیں۔ اس تناظر میں، ذیل میں چند سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

- بین الاقوامی تعلقات میں لچک: مسلم دنیا کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ بین الاقوامی تعلقات اور تنازعات کے حل میں حکمت عملی کے تحت لچک اور سفارتی ذرائع کو اوّلیت دے۔ فوری عسکری محاذ آرائی کے بجائے طویل المدتی فوائد کے حصول کے لیے گفت و شنید اور معاہدات کی اہمیت کو تسلیم کیا جائے، جیسا کہ صلح حدیبیہ میں عیاں ہے۔
- داخلی استحکام پر توجہ: مسلم معاشروں کو اپنی داخلی طاقت، معیشت اور علمی بنیادوں کو مضبوط بنانے پر زور دینا چاہیے۔ بیرونی چیلنجوں کا مؤثر طریقے سے مقابلہ کرنے کے لیے اندرونی اتحاد اور خود انحصاری کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ صلح حدیبیہ نے مسلمانوں کو اپنی داخلی حالت کو بہتر بنانے کا موقع فراہم کیا۔
- دعوت دین کی پرامن ترویج: موجودہ دور میں اسلام کی حقیقی تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے پرامن دعوت و تبلیغ کے طریقوں کو فروغ دیا جائے۔ نزاع اور محاذ آرائی سے بچ کر مکالمے اور افہام و تفہیم کے ذریعے دلوں کو مسخر کرنے کا طریقہ ہی دیرپا نتائج کا حامل ہوتا ہے، جیسا کہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی۔
- تاریخی واقعات کا گہرا مطالعہ: تعلیمی نصاب میں صلح حدیبیہ جیسے اہم تاریخی واقعات کی گہرائی میں تدریس شامل کی جائے تاکہ طلباء و محققین اس سے مستنبط ہونے والے اسباق کو عصری مسائل پر لاگو کر سکیں۔ اس سے محض سطحی تفہیم کے بجائے گہری فکری بصیرت حاصل ہو گی۔
- قیادت میں حکمت و بصیرت: سیاسی اور مذہبی قیادت کے لیے لازم ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملیوں سے رہنمائی حاصل کرے، خاص طور پر مشکل حالات میں دور اندیشی، صبر اور نتائج پر مبنی فیصلے کرنے کی صلاحیت کو پروان چڑھائے۔
- اسلام کے عالمی تصور کی ترویج: مسلم سکالرز اور دانشوروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کے وسیع تناظر اور اس کی عالمی حیثیت کو اجاگر کریں، جس میں امن، عدل اور انسانیت کی بھلائی بنیادی اصول ہیں۔ صلح حدیبیہ کا واقعہ اس عالمی وژن کی ایک عملی مثال ہے۔

حوالہ جات

---

1 الفتح۴۸: ۱

2 الاحزاب،۳۳:۲۱

3 الانبیاء،۲۱:۱۰۷

4 الروم،۳۰:۶۰

5 ۔ الفتح۴۸: ۱

6 الفتح،۴۸:۲۷

7 صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب، رقم الحدیث: ۲۷۳۱

8 [8]ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۸ء، ج ۷، ص ۳۳۱

9 صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب، رقم الحدیث: ۲۷۳۱

10 صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب، رقم الحدیث: ۲۷۳۱

11 صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب صلح الحدیبیۃ فی الحد، رقم الحدیث: ۱۷۸۵

12 [12]ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، مکتبۃ البازی، مکہ مکرمہ، ۱۹۹۰ء، ج ۳، ص ۳۲۶

13 ابن القیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۴ء، ج ۳، ص ۳۰۲

14 صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، رقم الحدیث: ۴۱۹۴

15 ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۸ء، ج ۷، ص ۳۲۶

References

1. Al-Fath 48:1
2. Al-Ahzab 33:21
3. Al-Anbiya 21:107
4. Al-Rum 30:60
5. Al-Fath 48:1
6. Al-Fath, 48: 27
7. Sahih Al-Bukhari, Book of Conditions, Chapter on Conditions in Jihad and Reconciliation with People of War, Hadith No.: 2731
8. Ibn Kathir, Interpretation of the Great Qur’an, Dar Al-Fikr, Beirut, 1998, vol. 7, p. 331.
9. Sahih Al-Bukhari, Book of Conditions, Chapter on Conditions in Jihad and Reconciliation with People of War, Hadith No.: 2731
10. Sahih Al-Bukhari, Book of Conditions, Chapter on Conditions in Jihad and Reconciliation with People of War, Hadith No.: 2731
11. Sahih Muslim, The Book of Jihad and Sir, Chapter on the Treaty of Al-Hudaybiyyah in Hadith, Hadith No.: 1785
12. Ibn Hisham, The Prophet’s Biography, Al-Bazi Library, Mecca, 1990, vol. 3, p. 326
13. Ibn al-Qayyim al-Jawziyah, Zad al-Ma’ad fi Hadi Khair al-Ibad, Founder of the Message, Beirut, 1994, vol. 3, p. 302.
14. Sahih Al-Bukhari, Book of Battles, Chapter on the Battle of Khaybar, Hadith No.: 4194
15. Ibn Kathir, Interpretation of the Great Qur’an, Dar Al-Fikr, Beirut, 1998, vol. 7, p. 326